نبی اکرمؐ بطورِ مبلّغِ اعظم

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
(ایم اے۔ ایل ایل بی۔ پی ایچ ڈی)

تبلیغ، ابلاغ اور بلاغ سب کے معنی ہیں پہنچانا۔ پہنچانے کا مفہوم خود لفظ رسول کے اندر بھی موجود ہے۔ لسان العرب کی جلد آٹھ صفحہ نمبر ۱۹ا میں تبلیغ کا یہ مفہوم دیا گیا ہے۔

"تبلیغ کا لغوی مفہوم پہنچانا ہے اور اصطلاحاً اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی اچھائی اور خوبی اور بالخصوص دینی امور کو دوسرے افراد و اقوام تک پہنچایا جائے اور قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔"

Arnold نے پروفیسر (Max Muller) کے حوالے سے تبلیغِ مذہب کی یوں تعریف کی ہے:

"تبلیغ مذہب وہ ہے جس میں سچائی کا پھیلانا اور غیر مذاہب والوں کو اپنے مذہب میں لانا ہو۔"

قرآن حکیم نے رسولؐ کے فریضۂ تبلیغ کے متعلق واضح الفاظ میں فرما دیا:

"وما علی الرسول الاّ البلاغ المبین۔" (القرآن)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے دو قسم کی تبلیغیں تھیں۔ ایک اہل کفر کو اسلام کی تبلیغ اور دوسرے اسلام لانے والوں کو سنبھالے رہنے کے لیے ہر ممکن تبلیغ۔ حضورؐ کی پوری زندگی تبلیغ ہی تبلیغ تھی۔

تبلیغ کی اہمیت

تبلیغ کسی فرد اور قوم کے لیے زندگی کی علامت ہے۔ تبلیغ کے بغیر انفرادی تشخص کا برقرار

رکھنا ممکن ہے۔ تبلیغ کے دو دائرے ہیں۔ ایک دائرے میں کسی قوم کے افراد کو اندرونی بگاڑ سے بچانا اور دوسرے دائرے میں عام انسانوں کو کسی خاص نظریے اور نظام کا قائل کرنا۔ دُنیا کے تمام مصلحین اور بانیانِ مذاہب کا یہی مشن رہا"۔ یہ نظریہ V.S. Ghate کا تھا جنہوں نے اس کا اظہار Encyclopedia of Religion(Ethics) میں کیا۔

اگر دیکھا جائے تو یہ "دعوت وتذکیر" اور تبلیغ ہی اسلام کی بقاء کا سبب بنتی رہی"۔ اس لحاظ سے ہم مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں جو انہوں نے تاریخ دعوت وعزیمت (حصّہ اوّل) میں بیان فرمائی۔

قرآن حکیم نے تبلیغ کی صحیح اہمیت اور اُس کے اصول وضوابط پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ حضورؐ نے تبلیغ کے پہلوؤں پر عمدہ روشنی ڈالی۔ آپؐ نے تبلیغ کے ذریعے قریش وغیر قریش، حجاز ویمن، عرب وعجم اور ہند وروم کے انسانوں کو ایک تسبیح میں پرو دیا اور دنیا کی ہر قوم، ہر زبان اور ہر گوشے میں صدائے الٰہی کو پہنچانا فرض قرار دیا۔ سورۃ المائدہ میں ارشاد ربانی ہے:

یاایھا الرسول بلّغ ما انزل الیك من ربك وان لّم تفعل فما بلّغت رسالتہٗ واللہ یعصمك من النّاس.

(آیت ٦٧)

سورۃ الاعلیٰ کی آیت ۹ میں حکم ہوا: "فذكّر ان نّفعتِ الذكرىٰ۔

دیگر مقامات پر بھی ارشاد ہوا: فذكر بالقرآن من یخاف وعید۔

(سورۃ قٓ آیت ۴۵)

فذكر انّما انت مذكّر۔ (الغاشیہ ۲۱) سورۃ الاسراء میں ارشاد ربانی ہے:

"وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔ (آیت ۱۰۵)

حضورؐ نے اپنے ارشادات میں تبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بڑی فضیلت بیان فرمائی:

"فواللہ لان یھدی اللہ بك رجلا واحدًا خیر لك من ان

یکون لك حمر النعم۔ (بخاری شریف۔ کتاب المغازی باب غزوہ خیبر)

قرآن حکیم نے تبلیغ کو اس اُمت کی خصوصیت قرار دیا:

کُنتم خیر اُمّۃٍ اُخرجت للنّاس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر"۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰)

" ولتکن منکم اُمّۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر " (آل عمران ۱۰۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " بلغوا عنی ولو اٰیۃ " حجۃ الوداع کے موقع پر بار بار ارشاد فرمایا۔ " اللّٰھم ھل بلّغت ۔ فلیبلغ الشاھد الغائب "

تبلیغ کے اصول

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے مندرجہ ذیل عملی مراحل تبلائے اور تبلیغی عمل کے لیے مندرجہ ذیل اصولوں کی نشان دہی فرمائی:

سید سلیمان ندوی (سیرۃ النبی جلد چہارم) میں فرماتے ہیں کہ تبلیغ و دعوت کے یہ تین اصول مسلمانوں کو سکھائے گئے:

۱۔ عقل و حکمت

۲۔ موعظہ حسنہ

۳۔ مناظرہ یا جدال

سورۃ النحل میں ارشاد ہے:

" اُدع الی سبیل ربّك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃِ وجادلھم بالّتی ھی احسنُ " (سورۃ النحل آیت ۱۲۵)

۱۔ عقل و حکمت قرآنی نقطہ نظر سے حکمت تبلیغی طریق کار میں اوّلین اہمیت کی حامل ہے۔ یعنی دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنی استعداد اور حالات کے مطابق تبلیغ کی جائے۔

۲۔ موقع و محل داعی حق کو ان اوقات میں دعوتِ حق سے احتراز کرنا چاہیے جب مخاطب اعتراض اور نقطہ چینی کی طرف مائل ہو۔ یہ حکم سورۃ انعام میں دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کرنے کے لیے بھیجا تو ارشاد فرمایا:

یسرا ولا تعسرا و بشر ولا تنفرا

۳۔ مخاطب کی نفسیات داعی کو ہمیشہ یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہیے کہ مخاطب کی نفسیات کیا ہے تاکہ اکتاہٹ اور نفرت مخاطب کے دل میں پیدا نہ ہو۔ دعوتِ حق کو نرم انداز میں پیش کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا:

"انّما بعثتم میسرین ولا بعثتم معسرین"

یہ بھی مناسب نہیں کہ آدمی جس مجلس میں چاہے جا دھمکے اور کوئی متوجہ ہو نہ ہو اپنی بات سنا دے۔

۴۔ تدریج حکمت تبلیغ کے ضمن میں اس اصول کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ کسی نئی قوم کو دعوت دیتے وقت شریعت کے تمام احکام کا بوجھ یکبارگی اس کی گردن پر نہ ڈالا جائے بلکہ رفتہ رفتہ وہ اس کے سامنے پیش کیے جائیں (الحدیث)

بقول مولانا امین احسن اصلاحی:

"تاکہ قوم اس کا بوجھ سہار سکے" (دعوتِ دین اور اس کا طریق کار) لاہور ایڈیشن۔

۵۔ عقلی استدلال عقلی دلائل اور مشاہداتی۔ براہین کے ذریعے دعوتِ حق کو مؤثر بنایا جائے۔ قرآن حکیم میں عقلی استدلال کی شاندار مثالیں جابجا بکھری پڑی ہیں۔ "وفی انفسکم افلا تبصرون۔" (الذاریات ۲۱)
ایک اور جگہ ارشاد ہے: تبصرۃً و ذکریٰ لکلّ عبد منیب (سورۃ قٓ آیت ۸)

۶۔ موعظۂ حسنہ اس سے مراد عمدہ نصیحت ہے۔ یعنی مخاطب کے جذبات کو اپیل کی جائے اور نصیحت اس طریقے سے کی جائے کہ اس سے دل سوزی اور خیر خواہی ٹپکتی ہو۔ سورۃ التوبہ میں ارشاد ہے: "موعظۃ للمتقین"

"انما یتذکر لاولی الابصار" (البقرہ)

۷۔ ذہنی انقلاب انسانی ذہن غور و فکر کی بنیاد ہے۔ قرآن حکیم میں صاحبان عقل و علم ہی کو غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

" انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" (العنکبوت ۴۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی علم کو دین میں اوّلین حیثیت دی۔ احادیث مبارکہ میں علم اور اہل علم کی فضیلت کا ذکر ہے۔ Opinion Leader پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو پورے معاشرے پر اثر انداز ہوں۔

۸۔ قلبی تبدیلی انسان کے قلب کو بدلنا انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ خواہشات ہی قلب کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اگر قلب بدل جائے تو سارا جسم بدل جاتا ہے اور انسانی خیالات بدل جاتے ہیں۔ سامع کے اس گوشے کو مَس کیے بغیر تبلیغ بے اثر ثابت ہوتی ہے۔

۹۔ مبلّغ کی دلسوزی موعظۂ حسنہ میں ایک اور اہم بات مبلغ کی دلسوزی و خیر خواہی ہے دعوت ایک ایسا عمل ہے جس کے نتیجے میں قلبی ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ غزوہ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لہولہان کیا جاتا ہے اور آپ شدید ترین اذیت کے لمحات میں بھی دست بدعا ہیں:

" اللّٰھم اغفر لقومی فانّھم لایعلمون"

۱۰۔ مجادلۂ حسن مجادلہ سے مراد دلائل کا باہمی ردو بدل ہے جس سے مخاطب کو مطمئن کرنے کے لیے اس کے دلائل کا جواب دیا جاتا ہے۔ مزید ایسا مثبت استدلال کیا جاتا ہے جو فریقِ ثانی کو قبولِ حق پر آمادہ کر دے۔ یہ طرز کلام، یہ طرز تخاطب یہ طرز استدلال۔ محبت بھرے اصرار کا یہ انداز ہے جس کو قرآن نے مجادلہ سے تعبیر کیا ہے قرآن حکیم نے ایک اور مناظرہ بھی نقل کیا ہے جس کو محاجّہ کی اصطلاح سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱۱۔ عدم اکراہ قرآن حکیم میں ایک اور اصول تبلیغ بھی دیا گیا ہے کہ کسی شخص سے جبر کے ساتھ اپنی بات نہ منوائی جائے۔" لا اکراہ فی الدین

قد تبین الرشد من الغی ؕ“ (البقرہ) آپؐ نے دعوت کے تمام مراحل میں پُرامن تبلیغ کو اپنا مقصد بنائے رکھا۔ اکراہ کا ایک واقعہ بھی آپؐ کی تاریخ عزیمت میں نہیں ملتا۔ چنانچہ مسلمان مبلغ وہ تاجر بنے جنہوں نے خاموشی سے اسلام دور دور تک پھیلایا۔ اور اس حقیقت کو (Gold Ziher) بھی تسلیم کرتا ہے۔

۱۲۔ دعوت کی زبان آپؐ نے طرز کلام میں توضیح و تشریح، پُرجوش استدلال، نرم روی اور مخاطب کی نفسیات کا لحاظ رکھا۔ ان میں کوئی تضاد و تناقص نہیں:

”وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ ؕ“ (یٰسٓ آیت ۶۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بات کو دہرا کر ذہن نشین کراتے ”کان النبی اذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلاثاً حتی تفھم عنہ“ (بخاری شریف)

مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ آپؐ کی بنیادی حیثیت داعی کی ہے۔ آپؐ کا اصل مشن یہ تھا کہ لوگوں تک خدا کا پیغام پہنچائیں۔ آپ نے مندرجہ بالا اصول اپنا کر تبلیغ کا مشن جاری رکھا۔ آپؐ نے اپنے افعال اور اعمالِ مبارکہ سے ایک کامل کا کردار ادا فرمایا۔

”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“ (احزاب)

حضورؐ اکرم کی تبلیغ کا عملی ارتقاء

اعلان نبوت سے قبل آپ کی پوری توجہ تعمیر شخصیت پر تھی۔ آپ کی تبلیغی مساعی کا آغاز اعلان نبوت ہے۔ آپ کی پوری زندگی تبلیغی اصول کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ بعثت کے فوراً بعد آپ نے خاموشی کے ساتھ اپنی دعوت کا آغاز کر دیا اور قریبی حلقوں میں دین کا پیغام پہنچانا شروع کر دیا۔ آپ نے بعثت کے تیسرے سال بعد جب دعوت کی عام اجازت ہوئی تو تمام قریش کو فاران پر جمع کیا اور اسلام کی دعوت ان تک پہنچائی۔ حضرت علیؓ، ابوبکر صدیقؓ، حضرت زید بن حارثہؓ، خدیجہ الکبریٰؓ سب سے پہلے ایمان لائے۔ آپؐ نے ایک ایک قبیلہ، ایک ایک فرد اور ایک ایک خاندان تک

اسلام کی تعلیمات پہنچائیں ۔آپ نے شعب ابی طالب میں بھی محصور ہونے کے باوجود دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھا ۔ میلوں اور جلسوں کے مواقع پر باہر کے قبائل سے ملے ۔ طائف کا سفر کیا اور دوسرے بیرونی قبائل کو اسلام کی دعوت دی ۔ مدینہ میں تشریف لانے کے بعد اسلامی ریاست قائم فرمائی اور تمام عرب اور بالآخر پوری دنیا کو اسلام کی دعوت دی ۔ مکی زندگی میں ہر تکلیف اور اذیت کے بعد تبلیغ جاری رکھی۔ آپؐ کا یہ فرمان آپ کے مبلّغِ اعظم ہونے کی دلیل ہے :

"خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں ۔ تو میں تبلیغ کا کام نہ چھوڑوں گا "

طائف کی ہزیمت ، بدر واحد کی خوش باشی اور غزوات وسرایا میں شمولیت ، فتح مکہ کی منزل ، شعب ابی طالب کی گرفتاری اور گوناگوں تکالیف آپ کے مشن سے آپؐ کو نہ ہٹا سکیں اور بقول پروفیسر خورشید احمد " یہی فطرت کا قانون ہے " (نبی اکرمؐ بحیثیت داعی الی الحق)

بقول محمد جعفر شاہ پھلواری (حضورؐ اکرم اور تبلیغ) :

"یہی وہ تبلیغی کردار کے اعلیٰ نمونے تھے ، جنھوں نے حضورؐ کو دنیا کا سب سے زیادہ کامیاب مبلغ بنا دیا "

بقول سیرۃ النبی (ابن ہشام) : آپؐ نے مختلف قبائل میں اپنا پیغام بھیجا ۔ اور اسی طرح حج کے موقع پر آپؐ مختلف قبائل کو اپنی بات سمجھاتے ۔

حضورؐ کے تبلیغی خطوط و رسائل

آپؐ نے جو خطوط بھیجے وہ اختصار اور جامعیت کے لحاظ سے بقول سید ابوالاعلیٰ مودودی

" دعوت کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے " (سیرت سرکار دوعالم)

آپؐ نے دنیا کے مختلف باثر لوگوں ، بادشاہوں اور حکمرانوں کو تبلیغی خطوط ارسال فرمائے اور اسی طرح تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام فرمایا ۔ مؤرخین کے نزدیک ایسے ناموں

کی تعداد ۲۵۰ سے زائد ہے۔ بعض تبلیغی خطوط درج ذیل ہیں :

۱ ۔ حبشہ	شاہ نجاشی	قاصد نبوی (حضرۃ جعفر طیارؓ وحضرۃ عمروؓ	
۲ ۔ مصر	مقوقس	حضرۃ حاطب بن ابی بلتعہؓ	
۳ ۔ ایران	خسرو پرویز	حضرۃ عبداللہ بن حذافہؓ	
۴ ۔ روم	ہرقل	حضرۃ وحید بن خلیفہ کلبیؓ	
۵ ۔ یمامہ	ہوزہ بن علی	حضرۃ سلیط بن عمروؓ	
۶ ۔ بحرین	منذر بن ساوی	حضرۃ علاء بن الحضرمیؓ	
۷ ۔ عمان	جیفر بن جلندی بن عامر	حضرۃ عمرو بن العاصؓ	
۸ ۔ دمشق	حارث بن ابی شمر غسانی	حضرۃ شجاع بن وہب اسدیؓ	

آپ نے پاپائے روم، شاہان حمیر اور خیبر کے یہودی سرداروں کے نام بھی خطوط ارسال فرمائے۔ ان مکتوبات گرامی کی بنا پر دنیا کا سب سے پہلا مسلمان بادشاہ شاہ حبشہ حضرت اصحمہ تھا۔ لیکن شاہ ایران خسرو پرویز نے تاجدار انبیاءؐ کا مکتوب گرامی پھاڑ ڈالا۔ اس گستاخی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا :

"ھلك كسرىٰ" (کسریٰ ہلاک ہوگیا)

انجام کار قاتلوں نے اس کے جسم کے ٹکڑے کر دیے اور اسکی سلطنت بھی پارہ پارہ ہوگئی۔

Sir Thomas Arnold نے (The Preaching of Islam) میں حضورؐ کی دعوت وعزیمت کو خوب سراہا ہے۔ بقول (Bosworth Smith) :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور تعلیمات نے حیرت انگیز انقلاب بپا کر دیا۔"

((Mohammad and Muhammadanism))

Montgomery WaTT اپنی تصنیف (Muhammad, Prophet and Statesman) میں رقمطراز ہے :

" آج انسانیت کو تاریخ کا جو اہم باب نصیب ہوا وہ آپؐ کی حکمت، سیاست اور انتظامی صلاحیتوں کا مرہون منت ہے "

خواتین میں تبلیغ بذریعہ ازواج مطہرات

سب سے پہلے میں ازواج مطہراتؓ کے اسمائے گرامی تحریر کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت خدیجہؓ
۲۔ حضرت سودۃ بنت زمعہؓ
۳۔ حضرت زینب بنت خزیمہؓ
۴۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ
۵۔ حضرت حفصہؓ
۶۔ حضرت اُم سلمہؓ
۷۔ حضرت زینب بنت جحش بن ریابؓ
۸۔ حضرت جویریہؓ
۹۔ حضرت اُم حبیبہؓ
۱۰۔ حضرت صفیہؓ
۱۱۔ حضرت میمونہؓ

علاوہ ازیں آپؐ نے حضرت ماریہؓ سے بھی نکاح فرمایا جنہیں مقوقس فرمانروائے مصر نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ حضرت ریحانہ بنت زیدؓ اور حضرت جمیلہؓ کو بھی آپؐ نے زیر دست رکھا۔ حضرت ریحانہؓ بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھیں۔ حضرت جمیلہؓ بھی کسی جنگ میں گرفتار ہو کر آئیں تھیں۔

آپؐ نے اپنی جوانی کے عمدہ ایام یعنی قریباً تیس سال صرف ایک بیوی پر اکتفا کرتے ہوئے گزار دیے اور وہ بھی ایسی بیوی جو تقریباً بڑھیا تھیں حضرت خدیجہؓ اور پھر حضرت سودۃؓ۔ بعد ازاں جو آپؐ نے شادیاں فرمائیں وہ تبلیغ کے اغراض و مقاصد کے لیے بھی تھیں۔ حال ہی میں میری نظر سے سیرت النبی کی ایک کتاب (الرحیق المختوم) گزری ہے۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری اس کے مصنف ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے زیر اہتمام

منعقدہ سیرت نگاری کے عالمی مقابلہ میں اوّل آنے والی عربی کتاب ہے۔ اس کا اردو ترجمہ المکتبۃ السلفیہ لاہور نے فروری ۱۹۸۸ء میں شائع کیا ہے۔

مولانا مذکور نے اس کتاب کا اردو ترجمہ خود کیا ہے۔ یہ کتاب ۷۷۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری رقمطراز ہیں: (صفحات ۷۵۵-۷۵۴ ملاحظہ ہوں۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے شادی کر کے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رشتۂ مصاہرت قائم کیا، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پے درپے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ پھر حضرت اُم کلثوم کی شادی کر کے اور حضرت علیؓ سے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ کی شادی کر کے جو رشتہائے مُصاہرت قائم کیے ان کا مقصود یہ تھا کہ آپ ان چاروں بزرگوں سے اپنے تعلقات نہایت پختہ کر لیں۔ کیونکہ یہ چاروں بزرگ پیچیدہ ترین مراحل میں اسلام کے لیے فداکاری وجاں سپاری کا جو امتیازی وصف رکھتے تھے وہ معروف ہے۔

عرب کا دستور تھا کہ وہ رشتۂ مصاہرت کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ان کے نزدیک دامادی کا رشتہ مختلف قبائل کے درمیان قربت کا ایک اہم باب تھا اور داماد سے جنگ لڑنا اور محاذ آرائی کرنا بڑے شرم اور عار کی بات تھی۔ اس دستور کو سامنے رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند شادیاں اس مقصد سے کیں کہ مختلف افراد اور قبائل کی اسلام دشمنی کا زور توڑ دیں اور ان کے بغض ونفرت کی چنگاری بجھا دیں۔ چنانچہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا قبیلۂ بنی مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں جو ابوجہل اور خالد بن ولیدؓ کا قبیلہ تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کر لی تو خالد بن ولید میں وہ سختی نہ رہی جس کا مظاہرہ وہ اُحد میں کر چکے تھے۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ بعد انہوں نے اپنی مرضی خوشی اور خواہش سے اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح جب آپ نے ابوسفیان کی صاحبزادی حضرت اُمِ حبیبہ سے شادی کر لی تو پھر ابوسفیان آپ کے مدِمقابل نہ آیا۔ اور جب حضرت جُوَیریہ اور حضرت صفیہ آپ کی زوجیت میں آگئیں۔ تو قبیلہ بنی المصطلق اور قبیلہ بنی نضیر نے محاذ آرائی چھوڑ دی۔ حضورؐ کے عقد میں ان دونوں بیویوں کے آنے کے بعد تاریخ میں ان کے

قبیلوں کی کسی شورش اور جنگی تگ و دَو کا سراغ نہیں ملتا ۔ بلکہ حضرت جویریہ تو اپنی قوم کے لیے ساری عورتوں سے زیادہ بابرکت ثابت ہوئیں ۔ کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کر لی تو صحابہ کرامؓ نے ان کے ایک سو گھرانوں کو جو قید میں تھے آزاد کر دیا ۔ اور کہا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی ہیں ۔ ان کے دلوں پر اس احسان کا جو زبردست اثر ہوا ہوگا وہ ظاہر ہے ۔

ان سب سے بڑی اور عظیم بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ان گھڑ قوم کو تربیت دینے ، اس کا تزکیہ نفس کرنے اور تہذیب و تمدن سکھانے پر مامور تھے ۔ جو تہذیب و ثقافت سے ، تمدن کے لوازمات کی پابندی سے اور معاشرے کی تشکیل و تعمیر میں حصّہ لینے کی ذمہ داریوں سے بالکل ناآشنا تھی اور اسلامی معاشرے کی تشکیل جن اصولوں کی بنیاد پر کرنی تھی ان میں مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی گنجائش نہ تھی ۔ لہٰذا عدم اختلاط کے اس اصول کی پابندی کرتے ہوئے عورتوں کی براہ راست تربیت نہیں کی جا سکتی تھی ۔ حالانکہ ان کی تعلیم و تربیت کی ضرورت مردوں سے کچھ کم اہم اور ضروری نہ تھی ۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی ضروری تھی ۔

اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف یہی ایک سبیل رہ گئی تھی کہ آپؐ مختلف عمر اور لیاقت کی اتنی عورتوں کو منتخب فرمالیں جو اس مقصد کے لیے کافی ہوں ۔ پھر آپ انہیں تعلیم و تربیت دے دیں ، ان کا تزکیہ نفس فرما دیں ۔ انہیں احکام شریعت سکھلا دیں ۔ اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے اس طرح آراستہ کر دیں کہ وہ دیہاتی اور شہری ، بوڑھی اور جوان ہر طرح عورتوں کی تربیت کر سکیں اور انہیں مسائلِ شریعت سکھا سکیں ۔ اور اس طرح عورتوں میں تبلیغ کی مہم کے لیے کافی ہو سکیں ۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی حالات کو امت تک پہنچانے کا سہرا زیادہ تر ان امہات المومنین ہی کے سر ہے ان میں بھی بالخصوص وہ امہات المومنین جنھوں نے طویل عمر پائی ۔ مثال کے طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ۔ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال خوب خوب روایت کئے ہیں ۔

عظیم ترین محسن انسانیت کی تبلیغ بزور شمشیر نہیں تھی

اہل مغرب بالخصوص ڈاکٹر طائی ٹس کا دعویٰ قطعی طور پر بے بنیاد اور غلط ہے کہ توسیع اسلام بزور شمشیر ہوئی۔ آپ تو رحمت و شفقت کے ابر گہر بار تھے۔ آپؐ تو ربانی سیاست پر کاربند تھے جس میں رحمت، شفقت اور انسانی محبت شامل تھی۔ اس کے مقابلے میں شیطانی سیاست عالم انسانیت کے لیے شدید طوفان برق و باد کا پیغام ہے۔

اگر غزوہ بدر، احد، خندق یا احزاب، خیبر، موتہ، حنین، محاصرۂ طائف اور تبوک کے مقتولین کے اعداد و شمار اور سرایا کے اعداد سامنے رکھے جائیں تو صورت من و عن واضح ہو جاتی ہے۔ غلام رسول مہر اپنی تالیف رسول رحمتؐ (سیرت طیبہ پر مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور کے مقالات بہ ترتیب و اضافۂ مطالب)، مطبوعہ شیخ غلام علی سنز بار دوم ۱۹۸۱ء کے صفحہ نمبر ۸۰۷ پر رقمطراز ہیں:

"خاص توجہ کی محتاج یہ حقیقت ہے کہ رمضان ۲ھ (مارچ ۶۲۳ء) سے ۹ھ ۶۳۰ء تک جتنی چھڑپیں، یا کشمکس یا جنگیں ہوئی، ان میں مسلمانوں اور مخالفوں کا نقصان جانی زیادہ سے زیادہ ایک ہزار اٹھارہ نکلتا ہے ... انہیں آٹھ سال پر پھیلا لیا جائے تو فی سال کے حساب سے پونے چار سو آدمیوں کا نقصان ہوا اور یہ ان جنگوں کا نقصان ہے جن کے نہ رسول اللہ صلعم خواہاں تھے اور نہ حضور صلعم نے کسی میں پیش دستی کی۔ معاملہ محض پیغام حق کی تبلیغ کا تھا جو صلح و امن کے ساتھ رزم و پیکار سے قطع نظر کرتے ہوئے، برابر جاری رہا.... یہاں تک کہ ہجرت کے آٹھویں سال عرب کی اندرونی کشمکش ختم ہو گئیں اور تبلیغ نے پہلی منزل کامیابی سے طے کر لی، یعنی لوگ جوق در جوق گروہ در گروہ اور قبیلہ در قبیلہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ... کیا حقیقتہً ہزار دو ہزار یا زیادہ سے زیادہ تین ہزار جانوں کے نقصان کے ساتھ اتنا عظیم القدر کارنامہ انجام دینے کی کوئی مثال روئے زمین کی سرگزشت کے کسی بھی حصے سے پیش کی جاسکتی ہے؟"

رحمۃ للعالمین کے بالمقابل دیگر داعیانِ تہذیب کی رزم آرائیاں

عبرت کے لحاظ سے یورپ میں ہونے والی خون ریزی کی داستان اگر سُننی ہو یا بھیانک تصاویر دیکھنی ہوں تو جدید تاریخ کی کتابیں اس موضوع پر بھری پڑی ہیں۔ غزواتِ نبویہؐ اور سرایا کے مقابل میں جنگ عظیم اوّل اور دوم اور دیگر جنگوں میں جو انسانی خون سے ہولی کھیلی گئی وہ انسانیت کے ماتھے پر ایک بدترین اور بدنما داغ ہے۔ اس کی تصویر مولانا غلام رسول مہر صاحب نے ان الفاظ میں کھینچی ہے :

اگر تاریخ میں ایسی دوسری قوم کی مثال ملتی ہے تو تلاش کر لیجئے۔ اتنے معمولی سے جانی نقصان کی بنا پر جس کی حقیقی مقدار سوا ہزار سے زیادہ نہ تھی، صرف آٹھ نو سال میں یہ سب کچھ عملی صورت میں دنیا کے سامنے آگیا۔ کیا اس وجودِ اقدس کے "رحمۃ للعالمین" ہونے میں کسی کو دم بھر کے لیے تامل ہو سکتا ہے؟ لوگ معجزوں میں کلام کرتے ہیں، اس سے زیادہ پُرتاثیر اور یقینی طور پر ناقابلِ انکار معجزہ کون سا ہو سکتا ہے؟

دوسری عالمی جنگ کے ابتدائی دور میں انگریزوں کو اپنی اور فرانسیسیوں کی فوجیں ڈنمارک سے نکالنی پڑی تھیں تو آدمیوں کو بچا لانا مقدم قرار دے دیا گیا اور بھاری سامان جنگ دشمن کے حوالے کیے بغیر چارہ نہ رہا۔ چرچل نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ سازو سامان جنگ مشینوں میں ڈھالا جا سکتا ہے لیکن آدمی مشینوں میں نہیں ڈھالے جا سکتے۔ تاہم آپ خوب چھان بین کر لیں کہ مہذب یورپ نے باہمی جنگوں میں اور خصوصیت سے ان جنگوں میں جو ایشیائی اور افریقی خطوں میں کی گئیں، انسانی خون کو پانی سے بڑھ کر ارزاں بنائے رکھا یا نہیں اور یہ سلسلہ مشرقِ وسطیٰ یا ہند چینی میں آج بھی انتہائی بے پروائی سے جاری ہے۔ گویا وہاں انسان نہیں بستے جن کے خون کا احترام اہل مغرب میں سے کسی کے لیے قابلِ توجہ ہو۔

آپ نے رحمۃ للعلمین صلعم کی ناخواستہ جنگوں کے اعداد ملاحظہ فرما لیے، جنھیں زیادہ سے زیادہ بڑھا کر بھی آٹھ نو سال میں تین ہزار تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اب داعیانِ تہذیب کی رزم آرائیوں کا پورا مرقع نہیں، بلکہ اس کی صرف چند جھلکیاں

دیکھ لیجیے :

۱۔ "تیس سالہ جنگ" ۱۶۱۸ء سے ۱۶۴۸ء تک تیس سال جاری رہی، جس میں جرمنی، فرانس، آسٹریا، سویڈن وغیرہ نے حصّہ لیا۔ اس میں صرف جرمنی کے ایک کروڑ بیس لاکھ آدمی مارے گئے۔

۲۔ امریکی خانہ جنگی ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۵ء تک جاری رہی۔ اس میں ایک فریق شمالی ریاستیں اور دوسرا فریق جنوبی ریاستیں تھیں اور جنگ کا سبب غلامی کا مسئلہ تھا۔ اس میں تین لاکھ آدمی شمالی ریاستوں کے اور پانچ لاکھ جنوبی ریاستوں کے مارے گئے۔ چوہتر کروڑ پونڈ خرچ ہوئے۔ اس رقم سے دنیا بھر کے غلام ایک قطرۂ خون بہائے بغیر آزاد کرائے جا سکتے تھے۔ امریکہ میں غلامی قانوناً ختم ہو چکی ہے۔ لیکن اس کی تمام لعنتیں آج بھی وہاں مکروہ ترین صورت میں موجود ہیں۔

۳۔ پہلی عالمی جنگ میں ایک کروڑ آدمی مارے گئے تھے اور دو کروڑ مجروح ہوئے تھے۔ خدا جانے ان میں سے کتنے لولے، لنگڑے، اندھے اور اپاہج ہوئے اور کتنوں نے ہسپتالوں میں جانیں دیں۔ پھر اس جنگ ہی سے انفلوئنزا شروع ہوا، جس میں مزید ایک کروڑ آدمی مر گئے۔ ایک انسانیت دوست صاحبِ علم کا اندازہ ہے کہ اس جنگ پر اسّی ارب پونڈ خرچ ہوئے۔ اس رقم سے فرانس اور بلجیم کی نہ صرف زمین بلکہ ہر چیز پانچ پانچ مرتبہ خریدی جا سکتی تھی۔

دوسری عالمی جنگ

۴۔ دوسری عالمی جنگ کے صرف مقتولین کی فہرست پر ایک نظر ڈال لیجیے :

چین	۱۳۱۰۲۲۴
فرانس	۲۰۰۰۰۰
جرمنی	۶۳۰۰۰۰۰
صرف فضائی بمباری سے	۵۰۰۰۰۰
جاپان	۵۳۵۷۹۵

بم باری سے	۲۴۱۳۰۹
یونان	۴۱۵۰۰۰
برطانیہ	۳۵۳۶۵۲

ان اعداد کی میزان قریبًا ایک کروڑ بنتی ہے لیکن ان میں بہت سے شرکائے جنگ کے مقتولین شامل نہیں۔ مثلاً، چیکوسلواکیا، پولینڈ، روس، فن لینڈ، یوگوسلافیا، بلغاریا، ناروے، ڈنمارک، ہالینڈ، اٹلی وغیرہ۔ پھر مختلف ملکوں کے ان گروہوں کا جانی نقصان معلوم نہ ہو سکا جنھیں ہٹلر کی فوجیں جبری مزدوری کے لیے جرمنی لے گئی تھیں۔ اور جنگ کے اختتام تک وُہ لوگ واپس نہ ہو سکے۔ یہ تمام اعداد جمع کیے جائیں تو دوسری عالمی جنگ کا نقصان دو کروڑ افراد سے بھی بڑھ جائے گا۔

آتش ریز اور آتش خیز بموں سے شہر، قصبے، کارخانے کھیتیاں، زمینیں، گاؤں، بندرگاہیں، بجلی اور پانی کے مرکز جس طرح تباہ ہوئے ان کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ ہیروشیما اور ناگاساکی میں ایٹمی بموں سے جو قیامت برپا ہُوئی، اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔

(صفحات ۸۵ء - ۸۲ء رسولِ رحمت مذکورہ بالا)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیاست ربّانی سیاست تھی جبکہ اہلِ دنیا کی سیاست طاغوتی اور شیطانی سیاست تھی۔ مندرجہ بالا بحث سے نبی اکرم صلعم کی رحمت اور شفقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے۔

برنارڈ لیوس کے تأثرات

جرمن مستشرق جوزف شاخت (JOSFPH SCHACHT) اور سی۔ ای۔ باسورتھ C.E. Bosworth نے اپنی تصنیف The Lagacy of Islam مطبوعہ The Clarendon Press (1974 Oxford) کے صفحات ۱۵۶-۲۰۹ پر برنارڈ لیوس (BERNARD LEWIS) کا مقالہ (Politics and War) درج کیا ہے۔ برنارڈ لیوس صفحات ۱۵۷-۱۵۶ پر رقمطراز ہے:

During his lifetime, the Muslims became a political as well as a religious community, with the Prophet as sovereign— governing a place and a people, dispensing justice, collecting taxes, commanding armies, conducting diplomacy, and waging war. For the early generations of Muslims, there was no long testing by persecution, no apprenticeship in resistance to an alien and hostile state power. On the contrary, the state was their own, and the divine favour manifested itself to them in this world in the form of success, victory, and empire......

When Muhammad died, his spiritual and prophetic function—the promulgation of God's message—was completed; his religious, and with it his political work remained. This was to spread the law of God among mankind, by extending the membership and authority of the community which recognized and upheld that law.

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی مسلمان ایک سیاسی اور مذہبی طبقہ بن گئے جن کے سیاسی رہنما نبی اکرمؐ تھے۔ نبی اکرم صلعم ایک منتظم اعلیٰ کی حیثیت سے زمین عرب کے لوگوں پر حکمرانی کرتے، عدل و انصاف قائم فرماتے، زکوٰۃ اور ٹیکس جمع فرماتے، افواج کی قیادت فرماتے، سفارتی تعلقات استوار فرماتے اور جہاد فرماتے تھے مسلمانوں کی اولین نسلوں میں استحصال نہیں تھا اور نہ ہی کسی خارجی طاقت کے مقابلے میں کوئی خدشہ۔ اسکے مدمقابل میں ریاست مسلمانوں کی اپنی تھی اور اللہ تعالےٰ کی مدد اس دنیا میں مسلمانوں کے لیے فتح و نصرت اور ایک سلطنت کی شکل میں انہیں ملی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس دنیا سے رحلت فرما گئے تو اُن کا روحانی اور پیغمبرانہ کام اور مشن یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام کا نفاذ مکمل ہوگیا تھا۔ انؐ کا مذہب بمع سیاسی کام کے جاری و ساری رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مشن یہ تھا کہ نسل انسانی میں قانون الٰہیہ کو پھیلایا جائے۔ اُمت کے افراد اور قوت میں توسیع کی جائے جو اس قانون اور شریعت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کو نافذ کرتے ہیں۔

برنارڈ لیوس کے تاثرات قابل تحسین ہیں۔ آپ صلعم نے عدل و انصاف اور اپنی سیرت مبارکہ کی ہمہ گیریت اور جاذبیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ لوگوں پر تشدد ظلم اور جبر روا نہ تھا بلکہ آپؐ کی شفقت ہر کشش کا باعث بنی اور لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تعلیمات کی یہ خوبیاں ہیں یعنی تاریخیت، کاملیت، عملیت، جامعیت، عالمگیریت، آفاقیت اور ابدیت۔ اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈہ اور تشہیر ہے نہ صرف اسے بین الاقوامی بلکہ قومی سطح پر بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا جو ناقابل فراموش احسان ہے وہ دراصل دین و دنیا کی وحدت کا تصور اور ایک عظیم انقلاب ہے جس سے آپؐ نے ہمیں روشناس کرایا۔ آج کروڑوں انسان نبی اکرم صلعم کی تبلیغ کی وجہ سے مسلمان ہیں۔ عرب و عجم، مصر و شام، ترکستان، ایران، عراق، افریقہ، اسپین، امریکہ، یورپ اور ایشیا میں نبی اکرم صلعم کے نام لیوا موجود ہیں۔ یہ ایک انقلابِ عظیم تھا۔

پاکستان اسلام کے نام پر نقشہ عالم پر اُبھرا تھا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ نہ صرف اس مملکت خداداد میں مکمل نظام اسلام کا نفاذ ہو بلکہ تبلیغ کے مقدس فریضے کو ہر شخص ادا کرے۔ دورِ حاضرہ میں تبلیغ یعنی بین الاقوامی سطح پر تبلیغ اور پاکستان میں تبلیغ کے عمل کو تیز تر کرنے کے لیے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

۱:۔ بین الاقوامی سطح پر تقاریر اور سیمنار کروائے جائیں۔ پاکستان سے اور دیگر ممالک سے انتہائی زیرک علماء، فقہاء اور زعماء جو دین کی فہم رکھتے ہیں انہیں تبلیغ کے لیے روانہ کیا جائے اور بالخصوص ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا جائے جو مستشرقین اور اسلام دشمن عناصر کرتے ہیں۔ جنکے جوابات تحریری طور پر بھی دیئے جاسکتے ہیں۔

۲:۔ حکومت پاکستان تبلیغ کے لیے یا تو الگ محکمہ قائم کرے یا مذہبی امور کی وزارت میں ایک سیل یا شعبہ کھولا جائے جس کے ذمے صرف بین الاقوامی تبلیغ کا کام سونپا جائے۔ یونیورسٹیوں کے قابل ترین پروفیسر صاحبان اور جید علماء کی خدمات حاصل کی جائیں۔ بعض تبلیغی جماعتیں اپنے چندوں سے بین الاقوامی دورے

کرتی ہیں ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور حکومت کی سرپرستی حاصل ہو۔

۳:۔ پاکستان میں فحاشی پھیلانے والے ادارے بند کر دیے جائیں مثلاً سینما، تھیٹر وسی آر مہیا کرنے والے ادارے اور دکانیں اور ایسے ادارے جو نام نہاد کلچر کی آڑ میں زہر ہلاہل گھول رہے ہیں۔

اُن کے مقابلے میں مساجد جیسے مقدس اداروں کی زیادہ سرپرستی کی جائے۔

۴:۔ ابلاغ عامہ کے ذرائع پر کنٹرول کیا جائے تاکہ فحاشی کے پھیلاؤ میں رکاوٹ ہو ایسے اشتہارات بند کیے جائیں اور جرائد ضبط کر لیے جائیں جن میں جنسی رجحانات پیدا کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

۵:۔ فلمی اداکاروں کی حتی الوسع حوصلہ شکنی کی جائے۔ نہ کہ انہیں انعامات دیے جائیں۔ انہیں ایوارڈ دینے کا یہ مطلب ہے کہ ان کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ فحاشی پھیلانے والے ایوارڈ کے مستحق بھلا کیونکر ہو سکتے ہیں۔

۶:۔ نظامِ تعلیم کو زیادہ سے زیادہ اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جائے تاکہ طلباء کے دل میں اسلام کا جذبہ پیدا ہو۔ سکول یا مکتب بہترین تبلیغ گاہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تبلیغ کا عمل تیز تر کر دیا جائے۔ اساتذہ میں سے مبلغین اور جدید علماء کے خطبات اور لیکچر رکھے جائیں تاکہ ذہن کی صحیح پرورش ہو سکے۔ یونیورسٹیاں الحاد کی آماجگاہ نہ بننے پائیں بلکہ دین اسلام کی اشاعت اور تبلیغ اسلامیہ کا مظہر بنیں۔ ریڈرز ڈائجسٹ کے جولائی ۱۹۸۸ء کے شمارے میں ایک فکر انگیز مضمون شائع ہوا ہے جس کا موضوع ہے:

Soviet Manipulation of Islam

اس کے مصنف (Alexandre Bennigsen) ہیں۔ فاضل مصنف نے انکشاف کیا ہے کہ روس میں ۱۹۲۳ء کے اوائل میں سٹالن کے دور میں ۳۰ ہزار مساجد تھیں جنہیں اصطبل میں تبدیل کر دیا گیا۔ صرف ۳۶۵ مساجد اس سانحہ سے بچ سکیں۔ آج کل مساجد کی تعداد ۱۸۰۰ ہے۔ روس کے صوبہ

کازخستان میں اکتوبر ۱۹۸۶ء میں الحاد کی تعلیم دی گئی ۔ اس صوبہ میں الحاد کی تعلیم (Scientific Atheism) پر ۵۴۰ لیکچر ہوئے۔ روس میں ((People's Univesities of Scientific Atheism) کی تعداد ۲۱۴ ہے جن میں الحاد کی تعلیم دی جاتی ہے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں مسجد کے ادارے کو مضبوط بنایا جائے۔ حکومت کی اور زیادہ سرپرستی کی ضرورت ہے تاکہ تبلیغ کا عمل تیز تر ہو۔ انگریز نے اس ادارے کو بہت نقصان پہنچایا اور یہ عمل دیدہ دانستہ تھا تاکہ نوجوان نسل مذہب سے بے زار ہو۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ سائنسی نقطہ نظر سے مذہب کو نئے رنگ میں پیش کیا جائے تاکہ جدید ذہن اسے قبول کرے۔ مذہب کی حقانیت مطالعۂ آفاق اور مطالعۂ نفس کی روشنی میں واضح کی جائے اور حیات انسانی کا اصل فلسفہ اور مشن لوگوں تک جدید انداز میں پیش کیا جائے۔

۷:۔ خواتین میں تبلیغ وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے۔ ایسی عالم فاضل اور جدید علوم سے واقف خواتین کی ضرورت ہے جو مختلف ٹیموں کی صورتوں میں سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تبلیغ کا مقدس ترین فریضہ انجام دے سکیں۔ مغرب نے ہمیں کیا سکھایا ہے؟ فحاشی اور بے راہ روی۔ خوش پوش جسم ہیں لیکن حقیقی سکون برباد ہے، عالی شان عمارتیں ہیں مگر وہ اُجڑے ہوئے دلوں کا مسکن ہیں جگمگاتے ہوئے شہر ہیں لیکن جرائم اور مصائب کا مرکز ہیں۔ ہماری خواتین میں اس جذبے کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام ہی حقیقی سکون مہیا کرتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ اور حضرت سودہؓ جیسی امہات المومنین کی زندگیاں ہماری خواتین کے لیے مشعل راہ ہیں۔ حضرت فاطمہؓ جیسی عظیم ترین بیٹی ہماری بیٹیوں اور بہنوں کے لیے تقلید کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہیں جو خود چکی پیسا کرتی تھیں۔ اسلام کے ان اصولوں پر چل کر ہم اپنی گھریلو زندگیوں کو آسان تر بنا سکتے ہیں۔ ہمارے گھر ان تعلیمات کی بدولت سکون کا مسکن بن سکتے ہیں۔

ISLAMIC LAW OF TORT

by

Dr. Liaquat Ali Khan Niazi

CAN BE HAD FROM

Research cell Dayal Singh Trust Library Nisbat Road, Lahore.